مزمل بھٹی *
طارق جاوید **

خطۂ ستلج کی بولیوں اور زبانوں کے اردو سے لسانی روابط

خطۂ ستلج میں بہت سی بولیاں اور زبانیں مروج ہیں۔ ان تمام بولیوں اور زبانوں کے ڈانڈے ماضی میں ہڑپہ، موہنجو دوڑو اور اس سے بھی ماقبل ادوار سے ملتے ہیں۔ خطۂ ستلج میں تین بڑی زبانیں اُردو، پنجابی اور سرائیکی بولی جاتی ہیں۔ اس کے پاکستانی حصے پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو دریائے ستلج کے شمالی جانب بالترتیب قصور، بصیر پور، حویلی لکھا، پاک پتن شریف، قبولہ، لڈن، میلسی، کہروڑ پکا اور لودھراں جب کہ جنوبی جانب منچن آباد، بہاولنگر، چشتیاں، حاصل پور، خیر پور ٹامے والی، بہاولپور، احمد پور شرقیہ اور اُوچ شریف واقع ہیں۔ انڈیا کے بارڈر فیروز پور (ہیڈ گنڈا سنگھ) سے لے کر حاصل پور تک پنجابی اور خیر پور ٹامے والی سے ہیڈ پنجند تک سرائیکی جب کہ اُردو قومی زبان ہونے کی حیثیت سے پوری ریاست میں سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ ان تین بڑی زبانوں کے ساتھ ساتھ یہاں مروج ماجھی، جٹکی، ہتھاڑی، اتاڑی اور ریاستی ایسی بولیاں ہیں جن کا اپنا ایک تشخص ہے۔ لسانی جائزے سے قبل ان بولیوں کا مختصر بیان ضروری ہے۔

ماجھی بولی:

ماجھی بولی کا اصل گڑھ بھارت میں گورداسپور اور امرتسر جب کہ پاکستان میں سیالکوٹ، گوجرانوالہ

اور لاہور ہے لیکن خطۂ ستلج کے مشرق میں قصور اور بصیر پور کے کچھ علاقوں میں بھی یہ بولی مروج ہے۔ ماجھی یا ماجھا مدھیہ سے بنا ہے جس کے معنی وسط کے ہیں۔ دریائے راوی اور بیاس کے درمیانی علاقے کو ماجھا یا ماجھی کہتے ہیں۔ ماجھے کی دو اقسام ہیں؛ میٹھا ماجھا اور کھاری ماجھا۔ بارڈر کے پار کا علاقہ کھاری ماجھا کہلاتا ہے۔ اس میں گورداس پور اور امرتسر کے علاقے شامل ہیں جب کہ قصور، لاہور، سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے علاقے کو میٹھا ماجھا کہا جاتا ہے۔ یہ میٹھا اور کھاری دراصل لہجے کی مٹھاس اور کھٹاس کی بدولت مشہور رہا۔ گورداس پور اور امرتسر کے لوگ کھڑے لہجے میں گفتگو کرتے ہیں جب کہ قصور، لاہور، سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے لوگوں کے لہجے میں نرمی، دھیما پن اور حلاوت ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ میٹھا اور کھاری ماجھا لہجے کی مٹھاس اور کھٹاس کی بدولت مشہور نہیں ہوا بلکہ پانی کا کھاری اور میٹھا ہونا اس کی بنیاد بنا۔ قصور، لاہور اور گوجرانوالہ کا پانی گورداس پور اور امرتسر کی نسبت میٹھا ہے اس لیے اس علاقے کو میٹھا ماجھا کہا جاتا ہے تاہم یہ دونوں لہجے میٹھا ماجھا اور کھاری ماجھا بے پناہ مقبولیت کے حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بولی جو علاقائی اعتبار سے ماجھی کہلاتی ہے، ٹکسالی زبان کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔

جانگلی بولی:

جانگلی سے مراد جنگل کی بولی، بار کی بولی۔ زمانۂ ماضی میں لاہور اور ملتان دو بڑے مرکزی شہر تھے اور ان کے درمیان پاک پتن، عارف والا، ساہیوال، ہڑپہ، بورے والا، چیچہ وطنی، کمالیہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، نور شاہ، سمندری، جھنگ، چنیوٹ، فیصل آباد اور سرگودھا کے علاقے دیہاتی علاقے تھے۔ یہاں کے لوگ نہایت سادہ اور تعلیم سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے جنگل میں رہنے والوں جیسی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسی لیے ان کی بولی کو جنگل کی بولی کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں نیلی بار، ساندل بار اور گنجی بار کے رہنے والے لوگوں کی بولی ''جانگلی'' کہلاتی ہے۔ جانگلی بولی کو جٹکی بولی بھی کہتے ہیں۔ جٹکی سے مراد جٹ زمینداروں کی بولی نیلی بار، ساندل بار اور گنجی بار کے رہنے والے لوگ کھیتی باڑی کرنے والے لوگ تھے۔ لہٰذا ان کی بولی جٹکی بولی کہلائی۔ جٹکی بولی پنجابی زبان کا ہی ایک لہجہ ہے اور پنجابی کے دیگر لہجوں دوآبی، مالوی، بھٹیانی، ماجھی، مالوئی، پہاڑی، چھاچھی، دھنی، شاہ پوری، ہنھاڑی، اوتاڑی، ریاستی، ہندکو، ڈوگری وغیرہ کی نسبت ماجھی اور ہنھاڑی کے زیادہ قریب ہے۔ جانگلی بولی درحقیقت جٹ، زمینداروں اور ان پڑھ لوگوں کی بولی ہے۔ اس میں جانگلی پن

صاف دکھائی دیتا ہے۔جدید تعلیم سے دُوری کی بنا پر دیگر زبانوں کے جدید الفاظ اس بولی کا حصہ نہ بن سکے اور اگر قلیل مقدار میں الفاظ آئے بھی تو وہ پوری صحت کے ساتھ ادا نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کے کچھ بن گئے۔

ریاستی بولی:

ریاستی بولی سے مراد ریاست میں بولے جانے والی بولی جس میں پنجابی کی درشتی، سرائیکی کی مٹھاس، ہریانوی کا سپاٹ پن اور اُردو کی لچک پذیری موجود ہے اور جو ریاست کے وسط قائم پور سے لے کر ہیڈ پنجند تک مروج ہے۔

ہٹھاڑی بولی:

ہٹھاڑ کے علاقے میں بولی جانے والی بولی کو ہٹھاڑی کہتے ہیں۔ہٹھاڑ کا لفظ پنجابی لفظ ''ہیٹھ'' سے بنا ہے جس کے معنی ''نیچے'' کے ہیں۔دریائے ستلج کے دونوں جانب وہ نیچا علاقہ جو معمولی سی طغیانی سے زیرِ آب آجاتا ہے ہٹھاڑ کہلاتا ہے۔اسے بیٹ بھی کہتے ہیں۔بیٹ کی مٹی اٹ کہلاتی ہے۔یہ دریاؤں کی لائی ہوئی تازہ مٹی ہے جو کہ بڑی زرخیز ہے۔بیٹ کا علاقہ کچھ کی زمین کے نام سے مشہور ہے۔دریائی مٹی سے بننے والی نچلی پٹی کو ہٹھاڑ کہتے ہیں اور یہاں بسنے والے لوگ ہٹھاڑی کہلاتے ہیں اور اسی مناسبت سے ان کی بولی کو ہٹھاڑی کہتے ہیں۔

اوتاڑی بولی:

اوتاڑ کے علاقے میں بولی جانے والی بولی اوتاڑی کہلاتی ہے۔اوتاڑ پنجابی لفظ ''اُوتے'' سے نکلا ہے جس کے معنی اوپر کے ہیں۔دریائے ستلج کے دائیں اور بائیں دونوں جانب ہٹھاڑ کے اوپر کا علاقہ جہاں پر دریا کا پانی آسانی سے نہیں پہنچ سکتا۔

زبان کی ساخت پرداخت اور ماہیئت کے تکنیکی پہلوؤں کی روشنی میں خطۂ ستلج میں مروج ماجھی، جانگی، ریاستی اور ہٹھاڑی بولیاں پنجابی اور سرائیکی ہی کا بگڑا ہوا روپ یا ابتدائی خام حالت ہیں۔سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیاں اُردو کی مانند عربی، فارسی اور ترکی کی اصوات پر مبنی حروفِ تہجی پر مشتمل ہیں اور ان سب میں ایک گہرا رشتہ موجود ہے۔اُردو، سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیوں کے آپس میں لسانی اور تہذیبی روابط زمانہ قدیم سے ہیں۔بقول پروفیسر محی الدین قادری زور:

کسی وقت دہلوی زبان اُردو، پنجابی زبان کی ایک شکل رکھتی تھی مگر نا معلوم کس وقت سے یہ غیر محسوس طریقہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتی گئیں۔[۱]

تمام ماہرین زبان کے حوالے سے معاشرے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں ۔ڈاکٹر ناصر عباس نیر کے نزدیک زبان سماجی تشکیل ہے ۔[۲] اس حوالے سے دیکھیں تو اُردو، سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیاں چونکہ ایک ہی سماج کی پیداوار ہیں اس لیے ان میں گہرا اشتراک موجود ہے ۔یہ اشتراک مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت پرکھا جاسکتا ہے ۔

رسم الخط اور حروفِ تہجی:

ماجھی، جانگلی اور ہندکو ٹھاڑی بولیوں کی اصوات بالکل ایسی ہیں جیسی پنجابی اصوات اور پنجابی زبان کی صوتیات اُردو سے مختلف نہیں ۔دونوں زبانوں کا رسم الخط اور حروفِ تہجی ایک ہیں ۔شروع شروع میں سرائیکی، پنجابی اور اُردو کے لیے کوئی مخصوص رسم الخط رائج نہیں تھا۔اپنی مرضی کے مطابق کوئی اسے گورمکھی میں لکھتا،کوئی رومن میں تو کوئی دیوناگری رسم الخط میں ۔محمد اسلم رسول پوری لکھتے ہیں کہ سرائیکی کے لیے شروع شروع میں براہمی، دیوناگری اور لنڈا رسم الخط رائج تھا ۔[۳] محمد بن قاسم کی فتح سندھ کے بعد جب عربی، فارسی اور ترک لوگ یہاں آئے تو پنجابی اور اُردو دیگر رسوم الخط کے ساتھ ساتھ عربی رسم الخط میں بھی لکھی جانے لگیں ۔عربی رسم الخط کا جدِ امجد سامی رسم الخط ہے ۔[۴] سامی قوم دو حصوں میں تقسیم تھی ۔ایک شمالی سامی اور دوسری جنوبی سامی ۔تقریباً ۱۵۰۰ ق م انھوں نے حلق سے نکلنے والی آوازوں کو صحیح طور پر ظاہر کرنے کے لیے ۲۲ حروف ایجاد کر لیے تھے جنھیں حروفِ ابجد کہتے ہیں ۔[۵] سامی رسم الخط سے ارامی رسم الخط ماخوذ ہے اور ارامی رسم الخط سے نبطی خط بنا ۔نبطی قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہے ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحب زادے نبایت تھے اور نبایوط، نبایت کا بیٹا تھا جن کے نام پر نبطی قوم کی بنیاد پڑی ۔یہ قوم موجودہ اُردن کے علاقے میں آباد تھی ۔ارامیوں نے جب سامی خط اختیار کیا تو اس میں ۲۲ حروف استعمال ہوتے تھے ۔کافی عرصے تک یہی حروف استعمال کیے جاتے رہے جب ۲۰۰ بعد مسیح میں نبطیوں نے یہ خط اختیار کیا تو ان کو اپنی آوازوں کو صحیح طور پر ظاہر کرنے کے لیے مزید چھ حروف 'ث'، 'خ'، 'ذ'، 'ض'، 'ظ' اور 'غ' وضع کرنے پڑے ۔یہ حروف 'ت'، 'ح'، 'د'، 'ص'، 'ط' اور 'ع' پر ایک ایک نقطہ لگا کر بنائے گئے تھے ۔ان چھ حروف کو حروفِ روادف کہتے ہیں ۔رفتہ رفتہ جب نبطی

خط کا دائرۂ اختیار بڑھا تو یہ مکہ میں بھی لکھا اور سمجھا جانے لگا۔ نبطیوں اور اہلِ مکہ کے لب و لہجے میں کوئی زیادہ فرق نہیں تھا۔ اس لیے نبطی خط جب مکہ میں پہنچا تو بہت مقبول ہوا اور رفتہ رفتہ یہ خط عربی خط کے نام سے مشہور ہوگیا۔ پروفیسر سیّد محمد سلیم[6] اور ڈاکٹر صلاح الدین کا بھی یہ نظریہ ہے۔[7] عربی خط جب ایران میں پہنچا تو عربی حروف فارسی آوازوں کے لیے ناکافی سمجھے جاتے تھے چنانچہ چار نئے حروف 'پ'، 'چ'، 'ژ' اور 'گ' وضع کرنے پڑے۔ یہ حروف پہلے سے موجود حروف ب، ج، ز اور ک پر تین تین نقطوں سے ظاہر کیے گئے۔ گ پر بھی پہلے تین نقطے لگائے جاتے تھے۔ چار حروف کے اضافے سے اب یہی عربی رسم الخط، فارسی رسم الخط کے نام سے بھی پہچانا جانے لگا۔ یہی رسم الخط جب برصغیر پاک و ہند میں پہنچا تو ضرورت اس امر کی پیش آئی کہ اُردو کے لیے کوئی ایسا رسم الخط اختیار کیا جائے جس میں اُردو کی تمام مخلوط آوازوں کو ظاہر کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ اگر دیوناگری رسم الخط اختیار کرتے تھے تو اس میں عربی اور فارسی کی بعض مخصوص آوازیں مثلاً 'خ'، 'ذ'، 'ز'، 'ض'، 'ظ'، 'ع' وغیرہ ادا کرنے کے لیے حروف موجود نہیں تھے۔ آخر کار اس کا حل یہ نکالا گیا کہ رسم الخط تو عربی (نستعلیق) ہی استعمال کیا جائے لیکن ہندی کی مخصوص آوازوں کو ادا کرنے کے لیے نئے حروف بنا لیے جائیں۔ اُردو کے لیے عربی رسم الخط (نستعلیق) اپنانے کے بعد ہندی آوازوں کو ادا کرنے کے لیے حروف میں شکلوں کی قبیلہ وار تقسیم سے فائدہ اُٹھا کر دو نئے نشانات 'ط' اور 'ھ' وضع کیے گئے جن کے ذریعے پنجابی اور ہندی کی مخصوص اصوات ادا کرنے کے لیے نئے حروف بنانا ممکن ہوگیا۔ 'ط' کی علامت کو 'ب'، 'د' اور 'ر' پر لگا کر 'ٹ'، 'ڈ' اور 'ڑ' وضع کیے گئے۔ اسی طرح ہندی کی بھاری آوازوں کو ادا کرنے کے لیے 'ھ' کی علامت کو فارسی حروف سے مرکب بنا کر نئے حروف وضع کر لیے اور یوں حروف کی کل تعداد باون ہوگئی۔

آ، ا، ب، بھ، پ، پھ، ت، تھ، ٹ، ٹھ، ث، ج، جھ، چ، چھ، ح، خ، د، دھ، ڈ، ڈھ، ذ، ر،
رھ، ڑ، ز، ژ، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، کھ، گ، گھ، ل، لھ، م، مھ، ن، نھ،
و، ہ، ھ، ی، ے۔

مختلف مدارج و مراحل سے گذر کر باون حروف پر مشتمل یہ مخلوط رسم الخط "اُردو رسم الخط" کہلایا چونکہ پنجابی کے لیے بھی یہی باون حروف ہجّی مستعمل ہیں لہٰذا اسے پنجابی رسم الخط بھی کہہ سکتے ہیں۔ سرائیکی زبان کا رسم الخط بھی یہی ہے جو پنجابی اور اُردو کا رسم الخط ہے۔ تاہم سرائیکی رسم الخط میں پانچ حروف ب۔ ج۔ ڈ۔ گ اور ن زائد استعمال ہوتے ہیں۔ یہ اُن اصوات کی نمائندگی کرتے ہیں جنھیں ادا کرتے وقت سانس نرخرے میں بند

ہو جاتی ہے جیسے بال، جھوں، ڈیبی، گاں اور جن وغیرہ۔ یہ پانچ حروف پہلے سے موجود حروف ب اور ج کے نیچے ایک ایک نقطے جب کہ ڈ اور گ کے نیچے دو دو نقطے اور "ن" کے اُوپر "ط" کی علامت کے اضافے سے بنائے گئے ہیں ورنہ سرائیکی رسم الخط درحقیقت وہی رسم الخط ہے جو کبھی سامی پھر ارامی نبطی، عربی، فارسی اور اُردو رسم الخط کے نام سے پہچانا جاتا رہا۔ گویا رسم الخط کے حوالے سے اُردو اور سرائیکی میں اشتراک موجود ہے۔

صوتیات:

صوتیات تکلمی آوازوں یا اصوات (articulated sound or phones) کے سائنسی مطالعے کا نام ہے۔ اس میں اصوات کی ماہیت، نوعیت، صفات اور کیفیات سے بھی بحث کی جاتی ہے اور مخارج اور وضع اصوات سے بھی۔ صوتیات (phonetics) میں انسان کے بامعنی کلام کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ویسے تو کوئی بھی آواز بے معنی نہیں ہوتی۔ ہر آواز سے خیالات و مطالب کا ابلاغ ہو جاتا ہے۔ دنیا کی قدیم ترین زبانیں بھی اظہار و ابلاغ کا پورا پورا حق ادا کرتی رہی ہیں[۸] لیکن محدود تر معنوں میں ان کا مطالعہ صوتیات کے دائرۂ کار سے باہر ہے۔ وہ ہوائی ذرات (particles) جو متکلم کے منہ سے نکلتے ہیں ہوائے بسیط میں تموج یا تہلکہ پیدا کرتے ہوئے کان کے پردوں تک پہنچتے ہیں اور پھر واپس اپنے نقطۂ قیام یا مستقر پر واپس آ جاتے ہیں۔ ذرات عام حالات میں ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں لیکن جب کوئی مہیج جسم (vibrating body) ان ذرات کو ایک طرف دھکیلتا ہے تو یہ ذرات آپس میں مل جاتے ہیں اور لحہ بھر کے لیے اس جگہ ہوا کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ اس عمل کو تکثیف (condensation) کہتے ہیں۔ جب یہ تموج واپس پلٹتا ہے تو یہ ذرات (molecules) ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں جس سے خلا (vacuum) پیدا ہو جاتا ہے۔ اس عمل کو (rarefaction) یا عمل تکثیر کہتے ہیں۔ تکثیف اور تکثیر کے عمل کا ایک زنجیرہ سا بن جاتا ہے اور یہی عمل ہوا میں صوتی لہر (sound wave) بن کر گذرتا ہے اور سامع کے کان کے پردے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ سامع جب مختلف آوازیں سنتا ہے تو ان کے درمیان تفریق محسوس کرنے لگتا ہے۔ گویا تضاد یا تقابل سے کسی صوتیے کا تعین ہوتا ہے۔ صوتیہ وہ مختصر ٹکڑا ہے جس کا مزید تجزیہ نہیں کیا جا سکتا مثلاً "بال" اور "پال" میں جو اقل ترین فرق ہے وہ "ب" اور "پ" سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ اصوات جو "ب" اور "پ" سے ظاہر کی جاتی ہیں الگ صوتیے ہیں جن کا مزید تجزیہ ناممکن ہے۔ ہر زبان کی طرح اُردو بولنے والا بھی اگرچہ اپنے آلاتِ صوت کی مدد سے لاتعداد

آوازیں ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہے لیکن صحیح طور پر اُردو کا متکلم صوتیوں کی محدود تعداد استعمال کرتا ہے۔ یہی صوتیے گویا اُردو کے صوتی عناصر (phonetic elements) ہیں۔ ان کو تضاد اور تقابل سے پرکھا جاتا ہے۔ مثلاً کال/کھال/ چال/ چھال/ سال/ شال/ لال/ رال۔ مندرجہ بالا جوڑوں میں اقل ترین فرق صرف ایک صوتیے کا ہے۔ اس طرح حاصل شدہ مندرجہ ذیل صوتیے ان علامتوں سے ظاہر کیے جاتے ہیں۔ ک/ کھ/ چ/ چھ/س/ش/ل/ر۔ اسی طرح اگر مختلف فہرستیں مرتب کی جائیں جن میں اقل ترین فرق ابتدائی، درمیانی یا انجامی ہو تو جو صوتیے بر آمد ہوں گے ان کی تعداد ۴۲ بنے گی۔ یہ وہ صوتیے ہیں جنھیں ہم حروفِ صحیح (consonants) کہتے ہیں۔ اُردو میں جو ۴۲ حروفِ صحیح (consonants) استعمال ہوتے ہیں، وہ صوتی و صوری ہر دو اعتبار سے پنجابی اور سرائیکی سے مطابقت و مشابہت رکھتے ہیں مثلاً بندشی آوازیں (stop/plosives) ب، پ، ت، ٹ، د، ڈ، ک، گ، بھ، پھ، تھ، ٹھ، چھ، کھ، گھ وغیرہ اُردو، سرائیکی، پنجابی اور اس کی تمام بولیوں میں مستعمل ہیں۔ صفیری آوازیں (affricates): ج، چ وغیرہ بھی تینوں زبانوں میں مستعمل ہیں۔ پہلوئی آوازیں (laterals): ل۔ ارتعاشی آوازیں (flaps): ر، ڑ۔ غیر مصمتی صفیری آوازیں (fricatives): ف، خ، س، غ، ش، ذ، ژ، ز، ڑ وغیرہ تینوں زبانوں میں مروّج ہیں۔ انفی یا غنائیہ آوازیں (nasals): م، ن وغیرہ بھی اُردو، سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیوں میں مستعمل ہیں البتہ پنجابی اور اُردو کی نسبت سرائیکی میں پانچ مصمتے زائد ہیں۔ ٻ/ ڄ / ݙ/ ڳ/ اور ݨ۔ ان پانچ مصمتوں کے علاوہ اُردو، پنجابی اور سرائیکی میں مکمل اشتراک ہے۔ اُردو مصمتوں (consonants) کے حوالے سے بعض احباب کے نزدیک اُردو میں علامات زیادہ ہیں اور مصمتے کم۔ مثال کے طور پر (H) کے لیے 'ح' 'ہ' اور 'ھ'، (S) کے لیے 'ث' 'س' اور 'ص'، (T) کے لیے 'ت' اور 'ط' اور (Z) کے لیے 'ذ' 'ز' 'ض' اور 'ظ' موجود ہیں۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

> مصوتوں کے معاملے میں آپ نے دیکھا کہ اُردو میں آوازیں زیادہ ہیں اور علامات کم لیکن مصمتوں (consonants) کا حال اس کے برعکس ہے۔[9]

اُردو میں یہ اضافی علامتیں باقی رہنا چاہئیں یا نہیں ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اگر اُردو میں ایک مصمتے (Z) کے لیے چار علامات "ذ، ز، ض اور ظ" موجود ہیں تو یہی حال سرائیکی اور پنجابی کا بھی ہے۔

مصمتوں کی طرح اُردو، سرائیکی اور پنجابی مصوتوں (vowel phonemes) میں بھی اشتراک

موجود ہے۔مصوتے سے مراد وہ آواز جو منہ اور حلق سے بغیر کسی رکاوٹ کے مسلسل نکلتی رہے۔مصوتوں میں ہوا کی لہر ایک دھار کی مانند حلق کے پردوں کو ارتعاش دیتی ہوئی منہ سے خارج ہوتی ہے۔جبڑوں کے درمیانی فاصلے، لہات کی حالت، زبان کی حرکت اور لبوں کے مختلف انداز اس کی صوتی کیفیت کو متاثر ضرور کرتے ہیں لیکن مصمتوں (consonants) کی طرح سے کھنکھناتی ہوئی ٹھوس آواز نہیں نکلتی۔تمام زبانوں میں مصوتی آوازوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔انھی کی مدد سے سلیبل (syllable) ترکیب پاتے ہیں۔سلیبل کی تعداد عموماً مصوتوں کے مطابق ہوتی ہے۔مصمتے (consonant) کی نسبت مصوتے کی خوبی یہ ہے کہ یہ اکیلا بھی ادا ہوسکتا ہے لیکن مصمتہ اکیلا ادا نہیں ہوسکتا۔ان آوازوں کی ادائیگی میں اعضائے صوت ایک دوسرے کو نہیں چھوتے، اگر چھوتے بھی ہیں تو برائے نام۔لمسیا کسی اور طریقے سے ان کے طریق ادا کو محسوس کرنا کافی مشکل ہے۔انیسویں صدی کے وسط میں ان کی تشریح و توضیح سائنسی پیمانے پر کی جانے لگی۔خلیل صدیقی لکھتے ہیں کہ سنسکرت گرامر نویس تیسری اور چوتھی قبل مسیح میں قصیر اور طویل مصوتوں خصوصاً الف قصیر / / اور الف طویل /ا/ کے مباحث میں اُلجھے نظر آتے ہیں۔ان گرامر نویسوں کے نزدیک سنسکرت کے بنیادی مصوتے تین ہیں۔ a/ i/ اور u باقی مصوتے انھی سے مشتق یا مرکب ہیں۔[۱۰] انھیں کی تعلیمات کے زیر اثر انیسویں صدی کے بیشتر ماہرین لسانیات نے قدیم ہند یورپی کے بنیادی مصوتے تین گنوائے ہیں /a/ /i/ اور /u/ ۔خلیل صدیقی لکھتے ہیں کہ دسویں صدی عیسوی میں عربی ماہرین صوتیات نے بھی عربی مصوتوں کی درجہ بندی کی تھی اور انھوں نے بھی عربی کے تین مصوتے /ا/ /و/ اور /ی/ بتائے تھے۔ان کی قصیر صورتیں زبر، زیر اور پیش ہیں۔[۱۱] اُردو میں بھی مصوتوں کے لیے صرف تین علامتیں /ا/ /و/ اور /ی/ مستعمل ہیں۔ی کے دو روپ ہیں 'ی' اور 'ے'۔واؤ اور یائے کی علامتیں مصوتوں کے علاوہ نیم مصوتوں کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔مثلاً 'وہ'، 'یہ'، 'وہاں'، 'یہاں' وغیرہ کے آغاز میں۔الف خالص مصوتہ ہے۔علاوہ ازیں اُردو میں تین اعراب ہیں زیر، زبر اور پیش۔انھیں محدود علامات سے اُردو کے دس مصوتوں کا کام لیتے ہیں۔یہ دس مصوتی آوازیں ایسی آوازیں ہیں جو حلق سے لے کر ناک کے نتھنوں اور ہونٹوں تک یعنی اپنی صوتی گذرگاہ میں سے بغیر کسی رگڑ (friction) کے ادا ہو جاتی ہیں۔ ان آوازوں کو گونجیلے (resonants) کہتے ہیں۔ان کے تجزیے کے لیے ابواللیث صدیقی نے مندرجہ ذیل فہرستیں دی ہیں:

بِیر beer /بیر bare /بَیر bair /بار baar /بر ber /بَر b.r /بور bor /

بُور boor /بُر bur /

مندرجہ بالا میں اقل ترین فرق درمیانی صوتیے کا ہے۔ تضاد و تقابل کی بنا پر کل نو صوتیے سامنے آئے ہیں۔ اسی طرح ایک اور فہرست دیکھیے:

سِر Sir /سیر Seer /سیر Sare /سَیر Sair /سَر Sir /سار Saar /سر Sar /

سور Sor /سور Soor /سُر Sur /

اس فہرست سے ایک اور صوتیہ دستیاب ہوا۔ اب ان مصوتوں کی تعداد دس ہو گئی ہے۔[۱۲] اس کے بعد خواہ کتنی ہی فہرستیں مرتب کر لیں کوئی نیا صوتیہ حاصل نہ ہوگا۔ یہ دس اُردو کے مصوتے (vowels) ہیں۔ مصوتوں کی مندرجہ بالا دس شکلوں کے علاوہ ہر ایک مصوتے کی انفیائی (nasalised) شکل بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً:

بانس/پینگن/پھونک/جھونک/بندھا/گندھا/سونف/سینک/سینگھار/پینترا/

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں کہ اگر صوتیوں کے وجود کا دارومدار اقلی جوڑوں میں اقلی فرق سے ہے تو سادہ اور انفیائی مصوتے الگ الگ صوتیے ہیں۔ مثلاً:

باس Bas /بانس Ba'ns /ساس Sas /سانس Sa'ns /کاس Kas /کانس Ka'ns /

باک Bak /بانک Ba'nk /بھوک Bhok /بھونک Bhonk وغیرہ۔[۱۳]

اس حساب سے اگر دیکھیں تو اُردو کے دس سادہ اور دس انفیائی کل بیس مصوتے بنتے ہیں۔ سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگلی، ہنھاڑی، اناڑی اور ریاستی میں بعینہٖ یہ بیس مصوتے مستعمل ہیں۔ صرف مصوتوں (vowels) پر ہی موقوف نہیں۔ اُردو کے بیالیس مصمتے بھی سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیوں میں بعینہٖ مستعمل ہیں۔ یعنی اُردو کے باسٹھ صوتیے سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیوں کے بھی صوتیے ہیں۔ تینوں زبانوں میں صوتیوں کی یکسانیت ان کے لسانی اشتراک کو ظاہر کرتی ہے۔

ذخیرۂ الفاظ میں اشتراک:

اُردو ایک مخلوط زبان ہے۔ اس نے اخذ و ماخوذ کے ذریعے دوسری زبانوں سے رشتہ استوار کر کے اپنے دامن کو وسیع کر لیا ہے۔ اس نے دنیا کے مختلف خاندانِ السنہ منڈاری، دراوڑی، ہند آریائی، ہند ایرانی اور

سامی کے علاوہ عربی، فارسی، ترکی، افغانی، انگریزی، یونانی، لاطینی، فرانسیسی، پرتگالی، ہسپانوی، ماگدھی، اپ بھرنش، پشاچی، پنجابی، سندھی، سرائیکی، کشمیری، ہریانوی، دردا، بلتی، شینا، مالوئی، دوآبی، ماجھی، جنگلی، دھنی، پوٹھوہاری اور ہندکو وغیرہ سے لسانی سطح پر بہت استفادہ کیا ہے۔ سرمایۂ الفاظ کے حوالے سے متذکرہ تمام زبانوں اور بولیوں نے اُردو کے ذخیرۂ الفاظ میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد خاں لکھتے ہیں کہ اُردو نے ان زبانوں سے بھاری تعداد میں الفاظ مستعار لیے ہیں۔ ان الفاظ کو کہیں اپنے صوتی مزاج کے مطابق ڈھال لیا ہے اور کہیں ان کے معنی بدل دیے گئے ہیں۔ انھوں نے ان کی تشکیل کو بالحاظ ساخت پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ وہ مستعار الفاظ جو اپنی اصل شکل میں استعمال ہوتے ہیں جیسے کتاب، قلم وغیرہ۔

۲۔ عربی و فارسی کے وہ سابقے لاحقے جو دیسی الفاظ میں استعمال ہوتے ہیں جیسے بے دھڑک، بے سر، ڈاک خانہ وغیرہ۔

۳۔ دوسری زبانوں کے وہ الفاظ جن میں اُردو سابقے لاحقے استعمال ہوتے ہیں جیسے ماسٹر سے ماسٹرنی یا انگریز سے انگریزنی۔

۴۔ وہ مستعار الفاظ جن کی صوتی ہیئت یا معنی بدل گئے ہیں جیسے گلاس، گل، حرام وغیرہ۔

۵۔ وہ مرکبات جن کے دونوں جز عربی و فارسی یا ایک عربی و فارسی اور دوسرا اُردو ہے جیسے خوش آمدید، خوش پوش، خودمختار، آباؤاجداد وغیرہ۔[۱۴]

ماجھی، جانگلی، تھاڑی، پنجابی، ریاستی، سرائیکی اور اُردو میں ستر فیصد سے زیادہ مشترک الفاظ ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان سب میں منڈاری، دراوڑی، سنسکرت، پراکرت، اپ بھرنش، عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی عنصر موجود ہے۔

سرائیکی، پنجابی اور اُردو کے عربی الاصل مشترک الفاظ:

آفت، آخر، آخرت، امیر، امداد، بالغ، تکلیف، تعلیم، تقسیم، ثواب، جائز، جواب، جہان، خاص، ختم، خالی، خیر، داخل، دکان، دولت، ذات، رواج، روح، رخصت، سبق، سفر، سوال، شامل، شراب، شاعر، شوق، شے، صاحب، صفا، ضرورت، طاقت، ظلم، غریب، فرق، فوج، قانون، قبول، قید، قیمت، مالک، مشہور، مطلب، ملک، موسم، وطن، وقت، وکیل اور یقین

وغیرہ۔

سرائیکی اور اُردو کے فارسی الاصل مشترک الفاظ:

آسان، آرام، آسمان، آواز، ازار، ارزاں، افسوس، اُمید، بازار، باغ، بادشاہ، بزرگ، بنیاد، بہار، بیدار، بیمار، تار، تباہ، تخت، تنگ، تندرست، تیر، پاک، پلاؤ، پلنگ، پہلوان، پیر، پیغام، جانور، جنگ، جوان، خاندان، خوشی، دربار، درخت، درد، درزی، دستار، دوست، دیو، دیوار، رنگ، زمیندار، زور، سامان، سزا، سود، شاخ، شادی، شاگرد، شکار، شہر، شیر، فریاد، کباب، کاریگر، کوشش، گرم، گرمی، گریبان، لشکر، مزدور، مہربانی، نادان، نازک، نرم، نشان اور نیک

وغیرہ

ترکی الاصل مشترک الفاظ:

چاقو	قینچی	چغہ	چمچہ	تابو	غالیچہ
قلندر	قنات	سوغات	بیگم	قلی	بندوق
ہنر	ہوش	یار	یادگار		

انگریزی الاصل مشترک الفاظ:

اردلی	اسمبلی	انچارج	انٹرنیٹ	انجکشن	بٹن
بکس	بل	بوٹ	پارسل	پاسپورٹ	پستول
پلیٹ	پولیس	تولیہ	ٹائر	ٹیلی فون	ٹیلی وژن
ٹیوب	جج	جنرل (جرنیل)	جیل	چارج	درجن
ڈاکٹر	ڈگری	ریل	ریڈیو	کالر	کیک
گورنر	گلاس	لالٹین	لاؤڈ سپیکر	لاری	نوٹ
ووٹ	وارنٹ	ہوٹل	یونی ورسٹی وغیرہ		

دراوڑی الاصل مشترک الفاظ:

اُردو، سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیوں کی بہت سی آوازوں میں سے کچھ کی ماخذ دراوڑی گروہ کی زبانیں ہیں۔ بعض ماہرین انھیں ہندی الاصل کہتے ہیں۔ عین الحق فرید کوٹی کے نزدیک اُردو اور پنجابی کا ماخذ

دراوڑی زبانیں ہیں ۔[۱۵] عین الحق فرید کوٹی نے پنجابی، اُردو اور دراوڑی کے مشترک الفاظ کی فہرست مرتب کی ہے ۔ہم اس میں سرائیکی کا بھی اضافہ کرتے ہیں:

دراوڑی گروہ کی زبانیں:

تامل	ملیالم	کناری	تلگو	دیگر	معنی	پنجابی	اردو	سرائیکی
مُکھم	مُکھم	مکا	مکامہ	۔	چہرہ	مُکھ	مُکھ	مُکھ
مکڑی	مکاڑو	۔	۔	۔	چہرہ/منہ	مکھڑا	مکھڑا	مکھڑا
۔	۔	ڈوواے	ڈواڑے	۔	جبڑے	جباڑا	جبڑا	جبڑا
تالائی	تالا	تالا	۔	۔	چوٹی	تالو	تالو	تالو
چوٹی	چوٹی کا	سوڈو	۔	چوٹا	بالوں کا جوڑا	جوڑا	جوڑا	جوڑا
کُڑتو	کُڑتو	کاٹو	گسٹو	گڈو	گردن	گاٹا	گردن	گردن
تائی	تائی	۔	۔	۔	تایا کی بیگم	تائی	تایا	تایا
تاتا	تاتن	۔	۔	۔	باپ کا بھائی	تایا	تایا	تایا
مامن	مامنا	ماما	ماما	ماما	ماموں	ماما	ماموں	ماموں
مامی	۔	۔	۔	مامی/پارجی	والدہ کی بھابھی	مامی	ممانی	مامی
نانتون	۔	نادنی	۔	۔	نند	ننان	نند	نند
۔	۔	بیاگا	ویامو	تولو	شادی	ویاہ	بیاہ	بیاہ
پوڈران	پیران	پوڈابگا	پیڑا	۔	غیر	پرایا	پرایا	پرایا
اَن	اَن	اَن	۔	انسو	اناج	ان	اناج	اناج
کڈی	کڑی	کڑی	۔	۔	بیسن کا سالن	کڑی	کڑھی	کڑھی
کٹ	۔	گڈی	گڈا	کنڈی	گنٹھی دار جڑ	گنڈی	گنڈی	گندی

پیرو	پیرو	پیر	پیرو	ـ	بڑا	بڑا	بڑا	پیر/بڑا
کارو	کارو	کاری	ـ	کاری	سیاہ	کالا	سیاہ	کالا
اناقی	انّی کا	اڈے	اڈو	اڈکنا	منع کرنا	ہٹکنا	ہٹانا	ہٹانا
تنگو	تنوکا	توگو	تونگو	تمک	لٹکانا	ٹنگنا	ٹانگنا	ـ

کچھ ماہرین نے 'ن' کو سنسکرت کی آواز قرار دیا ہے جب کہ رابرٹ کارڈویل کے نزدیک یہ آواز تامل، تیلگو اور ملیالم میں مستعمل ہے جو کہ دراوڑی گروہ کی زبانیں ہیں۔[16]

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے نزدیک اُردو، پنجابی اور سرائیکی کے چینی الاصل مشترک الفاظ مثلاً 'کاغذ'، 'چائے'، 'تام جھام' اور 'چوں چوں' (چوں چوں کا مربہ) چین سے آئے ہیں۔[17]

اُردو، پنجابی اور سرائیکی کے براہوی الاصل مشترک الفاظ:

ادا   اگاڑی   انگوری   بھان   چٹی   چیچ

چونڈی   ڈاچی   وغیرہ

اُردو، پنجابی اور سرائیکی میں مستعمل سنسکرت الفاظ:

اُردو، پنجابی اور سرائیکی میں سنسکرت کی تدبھو شکلیں رائج ہیں۔ ان شکلوں میں مختلف دیسی، عربی، فارسی سابقے ولاحقے جوڑ کر الفاظ بنائے گئے ہیں۔

اُردو میں سنسکرت کے تدبھو الفاظ:

اندھا (اندھک)   بھوک (بھبکھا)   پیادا (پریہ)   چاند (چندر)   سورج (سوریہ)   کام (کرم)

لاکھ (لکش)   لمبا (لمبک)   منہہ (مکھ)   وغیرہ

سنسکرت کے تدبھو الفاظ میں دیسی، عربی و فارسی سابقوں کا جوڑ:

ادھ کھلا (ادھ+کھلا)، انجان (اَن+جان)، اَن پڑھ (اَن+پڑھ)، اُنسٹھ (اُن+سٹھ) وغیرہ۔

سنسکرت کے تدبھو الفاظ میں دیسی اور عربی و فارسی لاحقوں کا استعمال:

بناوٹ (بنا+وٹ)، پڑھنا (پڑھ+نا)، روگی (روگ+ی)، رنگت (رنگ+ت)، لکڑہارا (لکڑ+ہارا)، ملاوٹ (ملا+وٹ)، وغیرہ۔ اُردو، پنجابی اور سرائیکی میں بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو سنسکرت کے تدبھو الفاظ میں دیسی عربی، اور فارسی سابقے اور لاحقے جوڑ کر بنائے گئے ہیں۔

اُردو،سرائیکی، پنجابی اوراس کی بولیوں میں مرکب الفاظ سازی:

اُردو،سرائیکی ، پنجابی اوراس کی بولیوں میں مرکب الفاظ سازی کا رجحان عام ہے ۔زبان کےاوپر کسی کی کوئی اجارہ داری نہیں ۔لوگ اپنی پسندوناپسند،علمی قابلیت،فہم وفراست اور حالات وواقعات کے مطابق اپنی مرضی کی لفظیات استعمال کرتے ہیں ۔اسی آزادی کی بدولت وہ کبھی اُردواورعربی،کبھی عربی و فارسی،کبھی اُردووفارسی،کبھی ہندی واُردو،کبھی اُردواورانگریزی،کبھی ترکی اورعربی،کبھی سرائیکی واُردواورکبھی دیسی اوراُردو الفاظ کے ساتھ مرکبات بنالیتے ہیں ۔

مختلف زبانوں کے الفاظ سے بننے والے مرکبات:

(۱)دیسی الفاظ:

اپ بھرنش، پشاچی، پنجابی، مالوئی، دوآبی، ماجھی،جنگلی،ہتھاڑی،سرائیکی، ہندی اور اُردو کے ملاپ سے بننے والے مرکبات مثلاً آگ بگولہ،آپ بیتی، جگ بیتی ،باگ ڈور،چھپرکھٹ،سہاگ رات، کام چور،تارگھر،بیل گاڑی،بن مانس،چاندرات، بھلامانس،ہڈبیتی ،ناچ گھراورراج گیروغیرہ۔

(۲)پنجابی ،سرائیکی اوراُردو کے ساتھ عربی الفاظ کے ملاپ سے بننے والے مرکبات:

بقرعید،تکیہ کلام، جامع مسجد، صاحبِ ذوق، صاحبِ حیثیت، صدرمقام، عالی شان،عمرقید،امام باڑہ،عجائب گھر،کفن چور،موتی محل ۔

(۳)سرائیکی، پنجابی،ہندی اوراُردو کے ساتھ فارسی الفاظ کے ملاپ سے بننے والے مرکبات:

پاک دامن،گاؤ زبان، مینابازار، فال نامہ،سرخاب،موم جامہ، نیک چلن، گلاب جامن، زبان دراز، دخترِرز،نیک بخت، تارگھر،سبزی منڈی، چوردروازہ، کوڑھ مغز، گھڑسوار، آب دیدہ، آب جو، منہ زوروغیرہ۔

(۴)فارسی اورعربی کے ملاپ سے بننے والے مرکبات:

بیش قیمت،تنگ ظرف،تنگ نظر، دستخط،سفرخرچ،زن مرید،شیش محل،گاؤتکیہ،نازک خیال،نمک حرام،نسخ تعلیق (نستعلیق)وغیرہ۔

الفاظ میں اس قدر مماثلت اُردو، سرائیکی ، پنجابی اوراس کی بولیوں ماجھی، جانگلی،ہتھاڑی اور

اوناڑی کے درمیان گہرے لسانی رشتے ظاہر کرتی ہے۔ان تمام بولیوں اور زبانوں کا مشترک سرمایۂ الفاظ ان کے ایک ہی لسانی گروہ کی دلیل ہے۔

تلفظ:

کسی بھی زبان میں تلفظ کی اہمیت سے انکار ناممکن ہے۔تلفظ کے صحیح نہ ہونے پر معنی کچھ کے کچھ ہوجاتے ہیں مثلاً ایک لفظ ہے ''ذِکر'' جس کے معنی ہیں تذکرہ یا اللہ کی یاد۔اگر اس کو ''ذَکر'' بولیں تو اس کا مطلب گالی ہوجائے گا جو کہ اوّل الذکر سے بالکل جدا معنی رکھتا ہے۔یہ ایک مصوتی (vowel) غلطی ہے۔اسی طرح مصمتوں (consonants) کی غلطیاں بھی ہوسکتی ہیں جیسے سعودیہ عربیہ والے کرتے ہیں۔پاکستان کو ''باکستان'' بولتے ہیں یا جیسے عجمی عربوں کی طرح عابد، احرام نہیں کہہ سکتے۔عابد کا تلفظ 'آبد' اور 'احرام' کا 'اہرام' کردیتے ہیں۔اِس قسم کی مثالیں تمام ممالک کے درمیان موجود ہیں۔ایک ملک کے لوگ دوسرے ممالک کی صوتیات کو صحیح طور پر ادا نہیں کرسکتے۔دیگر زبانوں کی نسبت اُردو، پنجابی اور سرائیکی بولنے والوں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ایک دوسرے کی زبان کا تلفظ صحیح طور پر ادا کرلیتے ہیں۔اس کی وجہ بعض ماہرین وتران الصوت (vocal cords) کی مخصوص بناوٹ بتاتے ہیں۔بعض لوگوں کے نزدیک پنجابی زبان میں چند صوتیات ایسی ہیں جو صرف اہلِ پنجاب ہی بول سکتے ہیں کیونکہ اُن کے ووکل کارڈز کی بناوٹ ہی کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے۔ووکل کارڈز کی بناوٹ میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ووکل کارڈز تمام انسانوں کے ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔یہ تو جھلی نما دو تار ہیں جو حلق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لگے ہوتے ہیں جن کی صورت دو چھوٹے چھوٹے ہونٹوں سے مشابہہ ہے۔تلفظ میں اکیلے وتران الصوت (vocal cords) کام نہیں دیتے۔تلفظ میں ہونٹ (lips)، اُوپر کا ہونٹ (upper lip)، اُوپر کے دانت (upper teeth)، تالُو (palate)، نرم تالُو (soft palate)، سخت تالُو (hard palate)، زبان (tongue)، زبان کا سامنے والا حصہ (front of tongue)، زبان کا پچھلا حصہ (back of tongue)، حلقوم (pharynx)، حجرہ (epiglottis) وغیرہ سبھی مل کر کام کرتے ہیں۔

نظام یہ ہے کہ جب بھی ہم کوئی چیز دیکھتے یا سنتے ہیں تو اس کی ایک تصویر، ایک ہیئت ہمارے دماغ میں محفوظ ہوجاتی ہے۔بار بار دہرانے سے یہ تصویر پختہ ہوتی چلی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہم اس صورت یا

آوازکو سن کر فوراً پہچان لیتے ہیں جو بار بار دیکھی یا سنی گئی ہو۔اس کے برعکس وہ شکل یا آواز جو بہت کم یا کبھی کبھار دیکھی یا سنی ہو تو دماغ میں بننے والی اُس کی تصویر بھی مدھم یا ہلکی ہوتی ہے اور اگر وہ شکل یا آواز بڑے عرصے کے بعد دیکھنے یا سننے کو ملے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ شکل دیکھی دیکھی یا یہ آواز سنی سنی سی لگ رہی ہے۔گویا ہر صورت یا آواز ہمارے دماغ کی چپ میں محفوظ ہو جاتی ہے جس کی پختگی کا انحصار تکرار پر ہے۔یہی وجہ ہے کہ بچہ جب بولنے لگتا ہے تو سب سے پہلے وہی الفاظ بولتا ہے جو اُسے بار بار سننے کو ملتے ہیں مثلاً پنجاب میں رہنے والا مسلمان بچہ اس قسم کے الفاظ بولتا ہے۔مم، امی، ابا، بابا، اللہ، مانی (پانی)، لوٹی (روٹی) وغیرہ۔کسی صوت کو بار بار سننے سے جو شبیہ دماغ کے اندر منتج ہے اسی کے زیرِ اثر انسان بولتا ہے یا بولنے کی کوشش کرتا ہے۔شروع شروع میں بولنے میں کچھ دشواریاں پیش آتی ہیں مگر تھوڑی سی کوشش کے بعد آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً مستنصر حسین تارڑ، سبکتگیں، قسطنطنیہ اور قزلباش وغیرہ کا تلفظ پہلی مرتبہ ادا کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے مگر بکثرت استعمال سے روانی کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے۔ایک ملک یا ایک خطے کے رہنے والے لوگ دوسرے خطے کے لوگوں کی اصوات کی مکمل اور صحیح ادائیگی کرنے سے اس لیے قاصر رہتے ہیں کہ انھوں نے وہ اصوات بہت ہی کم سنی ہوتی ہیں مثلاً پاکستان کے لوگ جاپانی، یورپ اور امریکا کے لوگوں کی زبان صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں بول سکتے اور یہی معاملہ اُن کے ساتھ ہے، اس لیے کہ سماعت کے مواقع بہت کم ہیں۔وہ پاکستانی جو انگریزی زبان فلموں، ڈراموں یا کسی اور ذرائع سے بکثرت سنتے ہیں وہ اس کی ادائیگی بہ نسبت دوسرے پاکستانیوں کے بہت درست کر لیتے ہیں۔اُردو، سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیاں ماجھی، جانگی، ہٹھاڑی وغیرہ کے بولنے والوں کا تعلق چونکہ ایک ہی علاقے سے ہے، اسی لیے مخصوص اصوات کے بار بار سننے سے دماغ میں بننے والی شبیہات پختہ تر ہو کر اصوات کی ادائیگی میں مدد و معاون منتج ہیں اور سرائیکی، پنجابی اور اُردو بولنے والے ایک دوسرے کی زبان کا صحیح تلفظ آسانی سے ادا کر لیتے ہیں۔

بناوٹ:

اُردو، پنجابی اور سرائیکی میں بالحاظ صوتیات، فقرات یکسانیت پائی جاتی ہے۔صرفی و نحوی اعتبار سے جملے کی ساخت میں فاعل، فعل اور مفعول کی ترتیب ایک ہے چونکہ تینوں زبانوں کا رسم الخط بھی ایک ہے۔اس لیے ان کی ظاہری بناوٹ بھی یکساں نظر آتی ہے۔

محاورات میں اشتراک:

سوسئیر نے کہا تھا کہ زبان ثقافتی کوڈ کے سوا کچھ بھی نہیں ۔اُس نے ٹھیک ہی کہا تھا ۔اُردو، پنجابی اور سرائیکی زبان میں جو محاورات ملتے ہیں انھیں معانی اسی ثقافت نے پہنائے ہیں ۔اسی مشترک ثقافت کی وجہ سے اُردو، پنجابی اور سرائیکی محاوروں میں یکسانیت ملتی ہے،معنی کے لحاظ سے بھی اور بناوٹ کے لحاظ سے بھی ۔

اردو	پنجابی	سرائیکی
آنکھ لگنا	اکھ لگنا	اکھ لگنا
کان بند رکھنا	کن بند رکھنا	کن بند رکھنا
ہاتھ دھونا	ہتھ دھونا	ہتھ دھونا
روگ پالنا	روگ پالنا	روگ پالنا
منہ پھیران	منہ پھیرنا	منہ پھیرنا

چند مزید محاورات:

اَن بن ہونا، پاپ کمانا ،بجلی گرنا ،تن من وارنا ، پار لگانا، ٹال مٹول کرنا ،ٹکر لینا ،منہ بسورنا ، آنکھیں بدلنا، جان کھانا ، چال چلنا ،راہ لگنا، روگ پالنا، زبان بدلنا،عید منانا، عیش اُڑانا ، بھاگ لگنا، دال گلنا،نمک چھڑکنا، بیڑا پار ہونا ، تارے گننا ،سر کھانا ،سر پھرنا ، آنکھیں کھلنا ،ہرن ہوجانا ، ہاتھ ملنا، جھک مارنا ، داڑھی منا، چکر دینا، پگ اُچھالنا، جان کورونا ،خواب ہونا ، دماغ کھانا ،شامت آنا ، ڈھنڈورا پیٹنا ،قدم بڑھانا ،سلوک دینا ،ہوش اُڑنا وغیرہ جیسے بے شمار محاورے اُردو،سرائیکی اور پنجابی میں مستعمل ہیں ۔

ضرب الامثال میں اشتراک:

ضرب الامثال صدیوں کے انسانی تجربات کا نچوڑ ہوتے ہیں جن میں ایک پوری تہذیب کا عکس نظر آتا ہے ۔ایک ہی علاقے اور ایک ہی ثقافتی پس منظر رکھنے کی وجہ سے اُردو، سرائیکی اور پنجابی کی ضرب الامثال میں یکسانیت ملتی ہے ۔مثلاً:

اُردو: پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں ہوتیں

پنجابی: پنجے اُنگلاں برابر نئیں ہوندیاں

سرائیکی: پنجوں انگلیاں برابر کائینی

چند مزید ضرب الامثال:

ضرورت ایجاد کی ماں ہے، تندرستی ہزار نعمت ہے، آپ بھلے تو جگ بھلا، چمڑی جائے دمڑی نہ جائے، بڑی دکان پھیکا پکوان، غریب کی جورو سب کی بھابھی، قرض محبت کی قینچی ہے، اپنی عزت اپنے ہاتھ، جیسا منہ ویسی چپیڑ، گھر کی مرغی دال برابر، نیکی کر دریا میں ڈال، جان اے تے جہان اے، پَت گئی پر ہت گئی، خاناں دے خان پروہنے، جیسا کروگے ویسا بھروگے، جیسی روح ویسے فرشتے، آ بیل مجھے مار، لالچ بری بلا ہے، ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا، جان نہ پہچان میں تیرا مہمان، عشق نہ پچھے ذات، ان تلوں میں تیل نہیں، مہنگا روئے ایک بار سستا روئے بار بار، نو نقد نہ تیرہ اُدھار، نہ چور رگے نہ کتا بھونکے، دُور کے ڈھول سہانے وغیرہ۔

صرف ونحو میں اشتراک:

زبانوں کی اصل دیکھنے کے لیے صرف ونحو کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ ماہرین کے نزدیک زبانوں کے مطالعے میں صرفی ونحوی پہلو بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اُردو، پنجابی اور سرائیکی کے صرفی ونحوی رجحانات کا مطالعہ مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت کیا جا سکتا ہے۔

مصدر:

اُردو اور پنجابی میں مصدر کا قاعدہ ایک ہے یعنی علامت ''نا'' امر کے آخر میں بڑھا دیتے ہیں جیسے پکار سے پکارنا، بول سے بولنا اور کھیل سے کھیلنا وغیرہ۔ اُردو اور پنجابی کی نسبت سرائیکی میں خفیف سا فرق یہ ہے کہ سرائیکی میں مصدر بنانے کے لیے امر کے آخر میں ''ن'' کا اضافہ کرتے ہیں۔ یہ فرق کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ تینوں زبانوں میں مصمتہ (consonant) ''ن'' استعمال ہوا ہے۔ فرق صرف مصوتے (vowel) میں ہے۔ اُردو اور پنجابی میں مصوتہ (vowel) ''ا'' استعمال ہوتا ہے اور سرائیکی میں اسے حذف کر دیا جاتا ہے۔ اگر ماضی میں جھانکیں تو ''نا'' کا املا ''ناں'' تھا۔ ایک مصمتے ''ن'' کے ساتھ دو مصوتے (vowels) مستعمل تھے۔ رفتہ رفتہ ایک مصوتہ ''ں'' نون غنہ غائب ہو گیا۔ حافظ محمود شیرانی کے نزدیک بارھویں صدی کے آخر میں نون غنہ ترک کیا گیا۔[۱۸] اسی طرح سرائیکی زبان میں مزید ایک مصوتہ ''ا'' (الف) حذف ہو گیا جس سے مصدر کی حالت پکارنا، بولنا، کھیلنا سے پکارن، بولن، کھیلن ہو گئی۔ سو مصوتے کے فرق کے علاوہ تینوں زبانوں

میں کوئی فرق نہیں ہے اور مصادر کے قواعد ایک جیسے ہیں۔

تذکیروتانیث:

تذکیروتانیث کے قواعد اُردو، پنجابی اور اس کی بولیوں ماجھی، جانگلی اور ہنھاڑی میں تقریباً ایک جیسے ہیں۔

الف۔ اکثر ایسے مذکر الفاظ جو "الف" پر ختم ہوتے ہیں تانیث کی حالت میں "ی" پر ختم ہوتے ہیں۔

ب۔ جب کوئی اسم مذکر حروفِ **علت** کے سوا حرف صحیح (consonants) پر ختم ہو تو اُردو، سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگلی، ہنھاڑی اور ریاستی میں تانیث کے لیے "نی" یا "انی" کا اضافہ کر دیتے ہیں۔

ج۔ اگر کوئی مذکر "ی" مصوتے (vowel) پر ختم ہو رہا ہو تو مونث کی صورت میں مصوتہ "ی" مصمتے "ن" میں بدل جاتا ہے۔

اسمائے صفات:

اعلام و اسما اور اسمائے صفات اُردو، سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگلی، ہنھاڑی اور ریاستی میں الف پر ختم ہوتے ہیں۔

اسمائے صفات اُردو، سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگلی، ہنھاڑی اور ریاستی میں تذکیروتانیث اور جمع واحد کی صورت میں اپنے موصوف کی حالت کے مطابق ہوتے ہیں مثلاً:

اردو	اونچا بکرا	چھوٹی لڑکی	چھوٹی لڑکیاں	میرا لڑکا
سرائیکی	اُچا بکرا	نکی چھوہر	نکیاں چھوہراں	میرا چھوہر
پنجابی	اُچا بکرا	نکی کڑی	نکیاں کڑیاں	میرا منڈا
ماجھی	اُچا بکرا	نکی کڑی	نکیاں کڑیاں	میرا منڈا
جانگلی	اُچا بکرا	نکی کڑی	نکیاں کڑیاں	میرا منڈا
ہنھاڑی	اُچا بکرا	نکی چھوہر	نکیاں چھوہراں	میرا چھوہر
ریاستی	اُچا بکرا	نکی چھوہر	نکیاں چھوہراں	میرا چھوہر

یہاں پر ایک **بات** قابلِ توجہ یہ ہے کہ سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگلی، ہنھاڑی اور ریاستی میں صفت و

موصوف باہم متحد ہیں مثلاً سرائیکی، ریاستی اور ہتھاڑی میں ''نکیاں چھوہراں'' اور پنجابی، ماجھی اور جانگی میں ''نکیاں کڑیاں'' میں صفت یعنی ''نکیاں'' بھی اپنے موصوف ''چھوہراں'' اور ''کڑیاں'' کی مانند جمع ہے لیکن اُردو میں ایسا نہیں ہے یعنی ''چھوٹی لڑکیاں'' میں صفت یعنی چھوٹی واحد ہے جب کہ اس کا موصوف ''لڑکیاں'' جمع ہے۔ حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں کہ قدیم اُردو میں پنجابی اور سرائیکی کی طرح ''چھوٹیاں لڑکیاں'' ہی رائج تھا جو بعد ازاں میرؔ و سوداؔ کے عہد میں متروک ہوگیا۔[19] اپنی بات کو سند بخشنے کے لیے احمد دکنی کا شعر نقل کیا ہے:

سوچاں دوں سے پالیاں سو بالیاں نکیاں
ورنہ شرم انو تھے سکیاں سب سکیاں

مبتدا و خبر:

اُردو، سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگی، ہتھاڑی اور ریاستی میں واحد جمع اور مذکر مونث کی حالت میں خبر اپنے مبتدا کے مطابق آتی ہے، مثلاً:

اردو	وہ کام بھلا نہیں ہے	یہ باتیں بھلی نہیں
سرائیکی	ایہہ کم چنگا کائنی	ایہہ گالہیں چنگیاں نئیں
پنجابی	ایہہ کم چنگا نئیں	ایہہ گلاں چنگیاں نئیں
ماجھی	ایہہ کم چنگا نئیں	ایہہ گلاں چنگیاں نئیں
جانگی	ایہہ کم چنگا نئیں	ایہہ گلاں چنگیاں نئیں
ہتھاڑی	ایہہ کم چنگا نئیں	ایہہ گلاں چنگیاں نئیں
ریاستی	ایہہ کم چنگا کائنی	ایہہ گالہیں چنگیاں ناہیں

دوسرے جملے کو دیکھیں تو سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگی، ہتھاڑی اور ریاستی میں مبتدا اور خبر دونوں جمع ہیں لیکن اُردو میں خبر اپنے مبتدا کے مطابق نہیں۔ باتیں جمع ہے اور بھلی واحد۔ حافظ محمود شیرانی کے نزدیک یہ تبدیلی بھی اسی زمانۂ اصلاح سے تعلق رکھتی ہے یعنی میرؔ و سوداؔ کے دور سے۔[20] قدیم اُردو میں یہ جملہ یوں لکھا جاتا تھا ''یہ باتاں بھلیاں نہیں''۔ یہ سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیوں کے موافق ہے۔

فعل اور فاعل:

واحد جمع، تذکیر و تانیث میں فعل لازم اپنے فاعل کے مطابق جب کہ فعل متعدی مفعول کے مطابق

آتا ہے۔

اضافت:

اُردو، سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگی، ہتھاڑی اور ریاستی میں اضافت ہمیشہ اپنے فاعل کی واحد جمع یا تذکیر و تانیث کے مطابق آتی ہے۔

ماضی مطلق بنانا:

اُردو، سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگی، ہتھاڑی اور ریاستی میں ماضی مطلق بنانے کا قاعدہ یکساں ہے۔

ماضی قریب:

ماضی قریب کے حوالے سے حمید اللہ ہاشمی[۲۱] اور حافظ محمود شیرانی[۲۲] لکھتے ہیں کہ اُردو اور پنجابی میں تھوڑا فرق ہے۔ وہ جو معمولی فرق ہے وہ صرف ایک مصمتے یا ایک مصوتے کی حد تک ہے جب کہ صرفی و نحوی اعتبار سے چنداں فرق نہیں ہے۔

اردو	وہ آیا ہے	وہ آئے ہیں	تو آیا ہے	تم آئے ہو	میں آیا ہوں	ہم آئے ہیں
سرائیکی	اوہ آیا ہے	اوہ آئے ہن	تو آئیں	تساں آئیو	میں آیاں	اساں آئیوں
پنجابی	اوہ آیا اے	اوہ آئے ہن	توں آیا ایں	تسی آئے او	میں آیا آں	اسیں آئے ہاں
ماجھی	اوہ آیا اے	اوہ آئے ہن	توں آیا ایں	تسی آئے او	میں آیا آں	اسیں آئے ہاں
جانگی	اوہ آیا اے	اوہ آئے ہن	توں آیا ایں	تسی آئے او	میں آیا ہاں	اسیں آئے ہاں
ہتھاڑی	اوہ آیا اے	اوہ آئے ہن	توں آیا ایں	تسی آئے ہو	میں آیا ہاں	اسیں آئے ہاں
ریاستی	اوہ آیا اے	اوہ آئے ہن	توں آئیں	تساں آئیو	میں آیاں	اساں آئیوں

اوپر کے جملوں کو دیکھیں تو اُردو کی ''ہے'' پنجابی اور اس کی بولیوں میں ''اے'' سے بدل گئی ہے۔ اُردو اور پنجابی میں ''ہ'' اور ''الف'' متبادل حروف ہیں۔ اسی مبدل کی وجہ سے اُردو کی ''ہاں'' پنجابی میں ''آں'' میں بدل گئی۔ اسی طرح اُردو کی ''ہیں'' جس کے آخر میں آنے والا انفائی مصوتہ ذرا واضح ہو کے مصمتے ''ن'' کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ علاوہ ازیں اُردو، سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیوں میں ماضی قریب کے قاعدے میں صرفی و نحوی اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ عین الحق فرید کوٹی لکھتے ہیں کہ زبانوں کے مطالعے میں لفظیات کی نسبت

صرف ونحو کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔[۲۳] صرف ونحو کو دیکھیں تو ماضی قریب بنانے کے قاعدے میں بھی اُردو، سرائیکی، پنجابی اوراس کی بولیوں میں مکمل یکسانیت ہے۔

ماضی بعید:

ماضی قریب کی طرح ماضی بعید میں بھی اُردو، سرائیکی اور پنجابی میں یکسانیت ہے۔

مونث اردو	وہ آئی تھی	وہ آئیں تھیں	تو آئی تھی	تم آئیں تھیں	میں آئی تھی	ہم آئیں تھیں
مونث سرائیکی	اوہ آئی ہئی	اوہ آئیاں ہن	توں آئی ہاویں	تساں آئیاں ہاوے	میں آئی ہم	اساں آئیاں ہاسے
مونث پنجابی	اوہ آئی سی	اوہ آئیاں سن	توں آئی سی	تسی آئیاں سو	میں آئی سی	اسی آئیاں ساں
مونث ماجھی	اوہ آئی سی	اوآئیاں سن	تو آئی سی	تسی آئیاں سو	میں آئی سی	اسی آئیاں ساں
مونث جانگلی	اوہ آئی سی	اوہ آئیاں سن	توں آئی سی	تسی آئیاں سو	میں آئی ساں	اسی آئیاں ساں
مونث تھاڑی	اوہ آئی سی	اوہ آئیاں سن	توں آئی سی	تساں آئیاں سو	میں آئی ساں	اسی آئیاں ساں
مونث ریاستی	اوہ آئی ہئی	اوہ آئیاں ہن	توں آئی ہاویں	تساں آئیاں ہاوے	میں آئی ہم	اساں آئیاں ہاسے

ماضی بعید میں اُردو میں ''تھی'' کی جگہ پنجابی اوراس کی بولیوں میں ''سی'' کا صیغہ رائج ہے۔ پنجابی کی ''سیں'' کے مقابلے میں اُردو میں ''تھیں'' ہوگیا۔ اسی طرح پنجابی میں ''اوہ آئیاں سن'' میں جو ''سن'' استعمال ہوا ہے وہ ''سیں'' کے انفائی مصوتے پر زور دینے کی وجہ سے ہوا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب بھی نون غنہ سے پہلے مصوتہ ''ے'' ہوتو نون غنے کو مصمتے ''ن'' میں تبدیل کرتے وقت مصوتہ ''ے'' کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے ''گاسیں'' سے ''گاسن''، ''جھلسیں'' سے ''جھلسن''، ''چلسیں'' سے ''چلسن''، ''آسیں'' سے ''آسن''، ''جاسیں'' سے ''جاسن'' وغیرہ۔

ماضی استمراری:

ماضی استمراری کے حوالے سے بھی اُردو، سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگی، ہتھاڑی اور ریاستی میں مکمل یکسانیت ہے، مثلاً:

مونث اردو	وہ لکھتی تھی	وہ لکھتی تھیں	تو لکھتی تھی	تم لکھتی تھی	میں لکھتی تھی	ہم لکھتی تھیں
مونث سرائیکی	اوہ لکھدی ہئی	اوہ لکھدیاں ہن	توں لکھدی ہاویں	تساں لکھدیاں ہاوے	میں لکھدی ہم	اساں لکھدیاں ہاسے
مونث پنجابی	اوہ لکھدی سی	اوہ لکھدیاں سن	تو لکھدی سی	تسی لکھدیاں سو	میں لکھدی سی	اسی لکھدیاں ساں
مونث ماجھی	اوہ لکھدی سی	اوہ لکھدیاں سن	تو لکھدی سی	تسی لکھدیاں سو	میں لکھدی سی	اسی لکھدیاں ساں
مونث جانگی	اوہ لکھدی سی	اوہ لکھدیاں سن	توں لکھدی سی	تسی لکھدیاں سو	میں لکھدی سو	اسی لکھدیاں ساں
مونث ہتھاڑی	اوہ لکھدی سی	اوہ لکھدیاں سن	توں لکھدی سی	تساں لکھدیاں سو	میں لکھدی سی	اسی لکھدیاں ساں
مونث ریاستی	اوہ لکھدی ہئی	اوہ لکھدیاں ہن	توں لکھدی ہاویں	تساں لکھدیاں ہاوے	میں لکھدی ہم	اساں لکھدیاں ہاسے

ماضی استمراری کے تمام فقروں میں سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگی، ہتھاڑی اور ریاستی میں جہاں ''د'' ہے اُردو میں ''ت'' بن گئی ہے۔ ''د'' اور ''ت'' کا بدل عام ہے۔ جس طرح پنجابی کا ''واؤ'' اُردو میں ''ب'' میں بدل جاتا ہے جیسے ''ویر'' سے ''بیر''، ''وٹا'' سے ''بٹا''، ''وال'' سے ''بال'' یا جیسے ''وچھنا'' سے ''بچھنا''، ''وگاڑ'' سے ''بگاڑ''، ''وار'' سے ''بار''، ''وچھانا'' سے ''بچھانا''، ''وسنا'' سے ''بسنا''، ''واری'' سے ''باری''، ''ور'' سے ''بر''، ''ویری'' سے ''بیری''، ''وین'' سے ''بین''، ''وکاؤ'' سے ''بکاؤ''، ''وساکھ'' سے ''بیساکھ''، ''وچ'' سے ''بیچ''، ''وسرنا'' سے ''بسرنا'' وغیرہ۔ اسی طرح پنجابی کا ''د'' اُردو میں ''ت'' سے بدل جاتا ہے۔ جیسے ''دھاگا'' اُردو میں ''تاگا'' بن جاتا ہے۔ اسی طرح ''دند'' سے ''دانت''، ''ماردا'' سے ''مارتا''، ''جاندا'' سے ''جاتا''، ''کہندا'' سے ''کہتا''، ''بولدا'' سے ''بولتا''، ''رُکدا'' سے ''رُکتا''، ''ٹھہردا'' سے ''ٹھہرتا'' وغیرہ۔ ''د'' اور ''ت''

کا متبادل بے شمار مثالوں سے واضح ہے۔اس سلسلے میں صفدر قریشی لکھتے ہیں کہ ''دال''، ''تا'' کا ہم مخرج ہے۔ اس لیے ''تا'' کے تمام ارکان 'تھ'، 'ٹ'، 'ٹھ'، 'دھ'، 'ڈ'، 'ڈھ'، 'ظ' وغیرہ کو اصولی طور پر دال کا نمائندہ ہونا چاہیے۔[۴۴] ان سب حروف کا باہم متبادل کہیں نہ کہیں ضرور دیکھنے کو مل جاتا ہے لیکن ان میں سے زیادہ بدل ''د'' اور ''ت'' کا ہے۔

ماضی شکیہ:

خطۂ ستلج میں رائج زبانوں (اُردو، سرائیکی، پنجابی) اور بولیوں (ماجھی، جانگی، ہنھاڑی، اور ریاستی) میں ماضی شکیہ ایک جیسے ہیں۔

مضارع:

مضارع اُردو، سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیوں میں ایک ہی اصول پر ہے۔

فعل حال:

فعل حال کی تعریف اُردو، سرائیکی، پنجابی اور اس کی بولیوں (ماجھی، جانگی، ہنھاڑی اور ریاستی) میں ایک ہی اصول پر ہے، مثلاً:

مذکر اُردو	وہ پڑھتا ہے	وہ پڑھتے ہیں	تو پڑھتا ہے	تم پڑھتے ہو	میں پڑھتا ہوں	ہم پڑھتے ہیں
مذکر سرائیکی	اوہ پڑھدے	اوہ پڑھدن	تو پڑھدیں	تساں پڑھدو	میں پڑھداں	اساں پڑھدوں
مذکر پنجابی	او ہ پڑھدا اے	او ہ پڑھدے نیں	توں پڑھدا ایں	تسی پڑھدے او	میں پڑھدا آں	اسی پڑھدے آں
مذکر ماجھی	اوہ پڑھدا اے	او ہ پڑھدے نیں	توں پڑھدا ایں	تسی پڑھدے او	میں پڑھدا آں	اسی پڑھدے آں
مذکر جانگی	اوہ پڑھدا اے	او ہ پڑھدے نیں	توں پڑھدا ایں	تسی پڑھدے او	میں پڑھدا ہاں	اساں پڑھدے ہاں

مذکر ہٹھاڑی	اوہ پڑھدیا اے	اوہ پڑھدے نیں	توں پڑھدا ایں	تسی پڑھدے او	میں پڑھداہاں	اساں پڑھدے ہاں
مذکر ریاستی	اوہ پڑھدااے	اوہ پڑھدن	تو پڑھدیں	تساں پڑھدیں	میں پڑھداں	اساں پڑھدوں

ماضی ناتمام کی طرح فعل حال میں بھی ''ڈ'' اور ''ت'' کا بدل ہے۔ سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جانگی، ہٹھاڑی اور ریاستی میں ''ڈ'' استعمال ہوتی ہے۔ اُردو میں یہ ''ت'' میں تبدیل ہو گئی ہے۔ حرف ''ڈ'' اور ''ت'' پر ہی موقوف نہیں تمام حروفِ تہجی ایک دوسرے کے متبادل ہیں۔ ''الف'' ''ہ'' 'ح' 'ھ' اور 'ع' کا متبادل ہے۔ 'ب' متبادل ہے 'بھ' 'پ' 'پھ' اور 'ف' کا۔ ''پ'' متبادل ہے 'ب' 'بھ' 'پھ' اور 'ف' کا۔ ''ج'' متبادل ہے 'چ' 'چھ' 'جھ' اور ''ش'' کا۔ ''خ'' متبادل ہے 'ق' 'ک' 'کھ' 'گ' اور 'گھ' کا۔ ''ز'' 'ذ' 'ڑھ' 'ژ' اور 'ڑھ' باہم متبادل ہیں۔ ''ش'' 'ج' 'جھ' 'چ' 'چھ' اور 'س' متبادل ہیں۔ ''غ'' 'ک' 'ق' اور 'گ' متبادل ہیں۔ اسی طرح خالص عربی لہجے کے حروف کا عجمی لہجے کے حروف میں متبادل ہو سکتا ہے۔ جیسے 'ثا' ''تا'' میں 'ح' ''ہا'' اور 'ھ' میں، 'خا' ''کھ'' میں، 'زا' 'ذال' میں، 'ضاد' 'دال' میں 'طا' 'تا' میں، 'عین' 'الف' میں۔ انھی متبادلات کو دیکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ تمام زبانوں کی اصل ایک ہے۔

لغات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ تمام زبانوں کے درمیان حیرت انگیز مماثلت موجود ہے۔ امی، مم، ماما، مادر اور باپ، باپو، پاپا، ابن، بن، بابا، فادر ایک ہی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح اُردو الفاظ کاٹ، کٹی، کٹوتی وغیرہ کا اُردو مصدر کاٹنا ہے جس کی عربی اصل ''قطعاً'' ہے۔ قطعاً، تقطیع کے معنی ہیں کاٹنا اور انگریزی لفظ cut، cutter اور boycott انھی معنوں میں مستعمل ہیں۔ اسی طرح زمین کے لیے عربی لفظ ''ارض'' ہے جو کہ انگریزی لفظ اَرتھ (earth) کا مترادف ہے۔ مُسکّر کو فارسی، اُردو اور پنجابی میں شکر کہتے ہیں جو کہ انگریزی کے شوگر (sugar) کے قریب تر ہے۔ اُردو کا ''ہاتھ''، پنجابی کا ''ہتھ'' اور انگریزی کے ''hand'' کی اصل عربی لفظ ''ید'' ہے۔ لغت کی یہ مماثلت اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ تمام زبانوں کی اصل ایک ہی ہے۔

فعل مستقبل:

خطۂ ستلج میں بولی جانے والی بولیوں اور زبانوں پنجابی، سرائیکی اور اُردو میں فعل مستقبل بنانے کا قاعدہ ایک ہی ہے۔

امر حاضر:

اُردو، سرائیکی، پنجابی اور ستلج کی بولیوں (ماجھی، جٹکی، ہٹھاڑی اور ریاستی) میں امر حاضر کا قاعدہ یکساں ہے۔

اگر مخاطب جمع ہو تو سرائیکی، اُردو، پنجابی اور اس کی بولیوں میں ''یں'' یا ''واؤ'' یا پھر صرف ''واؤ'' کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

لازم ومتعدی:

خطۂ ستلج میں بولی جانے والی تینوں زبانوں اُردو، سرائیکی، پنجابی اور پانچوں بولیوں ماجھی، جٹکی، ہٹھاڑی، اوتاڑی اور ریاستی میں لازم ومتعدی کا ایک ہی جیسا اصول ہے اور متعدی بالواسطہ کا قاعدہ بھی یکساں ہے۔

فعل معروف ومجہول:

اُردو، سرائیکی، پنجابی، ماجھی، جٹکی (جانگلی)، ہٹھاڑی، اوتاڑی اور ریاستی میں فعل معروف ومجہول کا قاعدہ یکساں ہے۔

نفی:

خطۂ ستلج میں بولی جانے والی بولیوں ماجھی، جٹکی (جانگلی)، ہٹھاڑی، اوتاڑی، ریاستی اور تینوں زبانوں اُردو، سرائیکی اور پنجابی میں نفی کے کلمات ایک جیسے ہیں ۔'نہ'، 'نا'، 'ناں'، 'نہیں'، 'ناہیں'، 'نہیں' وغیرہ۔

ندا:

خطۂ ستلج کی زبانوں اور بولیوں میں ندائیہ حالت یکساں ہے۔

حرفِ اضافت:

خطۂ ستلج میں رائج بولیوں (ماجھی، جٹکی، ہٹھاڑی، اوتاڑی، ریاستی) اور زبانوں (اُردو، سرائیکی، پنجابی) میں حرفِ اضافت یکساں ہیں۔

اردو	اُس کا لڑکا	اُس کی لڑکی	اُس کے لڑکے
سرائیکی	اوہندا پوتر	اوہندی دھی	اوہندے پوتر ے
پنجابی	او ہدا منڈا	او ہدی کڑی	او ہدے منڈے
ماجھی	او ہدا منڈا	او ہدی کڑی	او ہدے منڈے

جنگلی	اوہ دا مُنڈا	اوہ دی کُڑی	اوہ دے مُنڈے
ہٹھاڑی	اوس دا چھوہر	اوس دی چھوہر	اوس دے چھوہرے
ریاستی	اوہندا پوتر	اوہندی دھی	اوہندے پوتر ے

اُردو میں کا، کی ، کے، پنجابی ، ماجھی اور جنگلی میں دا، دی، دے جب کہ سرائیکی اور ریاستی میں ڈا، ڈی اور ڈے استعمال ہوا ہے۔ایک معمولی فرق جو دکھائی دے رہا ہے وہ صرف صوت کی حد تک ہے،قواعد میں کوئی فرق نہیں ۔خطے کی سب زبانوں اور بولیوں میں واحد غائب مذکر حرفِ اضافت ''الف'' پر ختم ہو رہا ہے۔ واحد غائب موئث ''ی'' پر اور جمع غائب ''ے'' پر۔حرفِ اضافت کا یہ صرفی ونحوی اشتراک خطۂ ستلج کی زبانوں اور بولیوں میں یکسانیت کی علامت ہے۔

دُعایا جملے:

اُردو، سرائیکی، پنجابی ، ماجھی، جنگلی، ہٹھاڑی اور ریاستی میں دُعایا بد دُعا کے لیے جملے ایک ہی قاعدے پر ہیں۔

اردو	ہنستے رہو	تجھے اللہ بسائے	تجھے سانپ کاٹے
سرائیکی	کھلدے رہو	تیکو اللہ وساوے	تیکو ناگ کھاوے
پنجابی	ہسدے رہو	تینوں اللہ وساوے	تینوں سپ لڑے
ماجھی	ہسدے رہو	تینوں اللہ وساوے	تینوں سپ لڑے
جنگلی	ہسدے رہو	تینوں اللہ وسائے	تینوں سپ ڈسے
ہٹھاڑی	ہسدے رہو	تینوں اللہ وساوے	تینوں سب ڈسے
ریاستی	کھلدے رہو	تیکو اللہ بسائے	تیکو ناگ کھاوے

بین اللسانی تجزیہ وتحقیق یہ ثابت کرتا ہے کہ خطۂ ستلج کی بولیوں (ماجھی، جنگلی (جانگلی)، ہٹھاڑی، اوتاڑی، ریاستی)اور زبانوں (اُردو، سرائیکی، پنجابی)میں حیرت انگیز مماثلت ہے ۔رسم الخط، صوتیات، لفظیات، نحویات غرض ہر اعتبار سے ان میں گہرا لسانی رشتہ موجود ہے۔

حوالہ جات

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو و اقبالیات، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور۔

** اسکالر پی ایچ ڈی اردو، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور۔

۱۔ محی الدین قادری زور،ہندوستانی لسانیات (لاہور:۱۹۲۶ء)،ص ۱۵۱۔

۲۔ ناصر عباس نیر،لسانیات اور تنقید (اسلام آباد:پورب اکادمی، ۲۰۰۹ء)،ص ۲۰۵۔

۳۔ محمد اسلم رسول پوری،سرائیکی زبان اوندا رسم الخط تے آوازاں (رسول پور:سرائیکی پبلی کیشنز،۱۹۸۰ء)،ص ۲۶۔

۴۔ سیّد سلیمان ندوی،"آلِ سام کی قدیم ترین زبان عربی تھی"مشمولہ جریدہ،۳۲ (۲۰۰۴ء):ص ۲۱۷۔

۵۔ گیان چند جین، عام لسانیات (نئی دہلی:ترقی اُردو بیورو،۱۹۸۵ء)،ص ۲۸۱۔

۶۔ سیّد محمد سلیم،تاریخ و خط و خطاطین مرتب سیّد عزیز الرحمٰن (کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز،۲۰۰۱ء)،ص ۵۱–۵۲۔

۷۔ صلاح الدین المنجد،دراسات فی تاریخ الخط العربی (بیروت: دار الکتب الجدید،۱۹۷۹ء)،ص ۱۲۔

۸۔ خلیل صدیقی،لسانی مباحث (کوئٹہ:زمرد پبلی کیشنز،۱۹۹۱ء)،ص ۵۔

۹۔ گوپی چند نارنگ،"اُردو زبان کے مطالعے میں لسانیات کی اہمیت"مشمولہ اُردو لسانیات کے زاویے مرتب سیّد روح الامین (گجرات:عزت اکادمی،۲۰۰۷ء)،ص ۲۱۔

۱۰۔ خلیل صدیقی، آواز شناسی (ملتان:بیکن بکس گلگشت،۱۹۹۲ء)،ص ۴۸–۴۹۔

۱۱۔ ایضاً،ص ۴۹۔

۱۲۔ ابواللیث صدیقی،"اُردو کا صوتی نظام"مشمولہ اُردو لسانیات کے زاویے مرتب سیّد روح الامین (گجرات:عزت اکادمی،۲۰۰۷ء)،ص ۱۳۰۔

۱۳۔ ایضاً۔

۱۴۔ نصیر احمد خاں،"اُردو لفظیات"مشمولہ اُردو لسانیات کے زاویے مرتب سیّد روح الامین (گجرات:عزت اکادمی،۲۰۰۷ء)،ص ۱۳۸–۱۴۰۔

۱۵۔ عین الحق فرید کوٹی،اُردو زبان کی قدیم تاریخ (لاہور:اورینٹ ریسرچ سنٹر،۱۹۷۲ء)،ص ۱۳۸–۱۴۰۔

۱۶۔ کارڈویل آر (Cardwell, R.)، *A Comparative Grammar of Dravidian or South Indian Family of Languages* (نئی دہلی:اورینٹل بکس،۱۹۷۴ء)،ص ۷۰–۱۴۰۔

۱۷۔ فرمان فتح پوری،زبان اور اُردو زبان (کراچی:حلقۂ نیاز و نگار،۱۹۹۵ء)،ص ۵۔

۱۸۔ حافظ محمود شیرانی،پنجاب میں اُردو (اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۸ء)،ص ۷۱۔

۱۹۔ ایضاً،ص ۷۲۔

۲۰۔ ایضاً،ص ۷۲۔

۲۱۔ حمید اللہ ہاشمی،"اُردو اور پنجابی لسانی و ادبی اشتراک"مشمولہ پاکستانی زبانیں مرتب انعام الحق جاوید (اسلام آباد:علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی،۲۰۰۹ء)،ص ۴۸۔

۲۲۔ حافظ محمود شیرانی،ص ۷۶۔

۲۳۔ عین الحق فرید کوٹی، ص ۷۱-۷۲۔

۲۴۔ صفدر قریشی، وحدت اللسان (راول پنڈی: وحدت پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء)، ص ۲۴۲۔

مآخذ

المنجد، صلاح الدین۔ دراسات فی تاریخ الخط العربی۔ بیروت: دار الکتب الجدید، ۱۹۷۹ء۔

بوری، فرمان فتح۔ زبان اور اُردو زبان۔ کراچی: حلقۂ نیاز و نگار، ۱۹۹۵ء۔

جین، گیان چند۔ عام لسانیات۔ نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۵ء۔

خاں، نصیر احمد۔ "اُردو لفظیات"۔ مشمولہ اُردو لسانیات کے زاویے۔ مرتب سیّد روح الامین۔ گجرات: عزت اکادمی، ۲۰۰۷ء۔

رسول پوری، محمد اسلم۔ سرائیکی زبان اوندا رسم الخط تے آوازاں۔ رسول پور: سرائیکی پبلی کیشنز، ۱۹۸۰ء۔

زور، محی الدین قادری۔ ہندوستانی لسانیات۔ لاہور: ۱۹۶۶ء۔

سلیم، سیّد محمد۔ تاریخ و خط و خطاطین۔ مرتب سیّد عزیز الرحمٰن۔ کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء۔

شیرانی، حافظ محمود۔ پنجاب میں اُردو۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء۔

صدیقی، ابواللیث۔ "اُردو کا صوتی نظام"۔ مشمولہ اُردو لسانیات کے زاویے۔ مرتب سیّد روح الامین۔ گجرات: عزت اکادمی، ۲۰۰۷ء۔

صدیقی، خلیل۔ آواز شناسی۔ ملتان: بیکن بکس گلگشت، ۱۹۹۳ء۔

______۔ لسانی مباحث۔ کوئٹہ: زمرد پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء۔

قریشی، صفدر۔ وحدت اللسان۔ راول پنڈی: وحدت پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء۔

کالڈویل، آر (Cardwell, R.)۔ *A Comparative Grammar of Dravidian or South Indian Family of Languages*۔ نئی دہلی: اورینٹل بکس، ۱۹۷۴ء۔

کوٹی، عین الحق فرید۔ اُردو زبان کی قدیم تاریخ۔ لاہور: اورینٹ ریسرچ سنٹر، ۱۹۷۲ء۔

نارنگ، گوپی چند۔ "اُردو زبان کے مطالعے میں لسانیات کی اہمیت"۔ مشمولہ اُردو لسانیات کے زاویے۔ مرتب سیّد روح الامین۔ گجرات: عزت اکادمی، ۲۰۰۷ء۔

ندوی، سیّد سلیمان۔ "آلِ سام کی قدیم ترین زبان عربی تھی"۔ مشمولہ جریدہ ۳۳ (۲۰۰۴ء)۔

نیر، ناصر عباس۔ لسانیات اور تنقید۔ اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۹ء۔

ہاشمی، حمید اللہ۔ "اُردو اور پنجابی: لسانی و ادبی اشتراک"۔ مشمولہ پاکستانی زبانیں۔ مرتب انعام الحق جاوید۔ اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، ۲۰۰۹ء۔